Journal of Religion & Society (JR&S)
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296 Online ISSN: *3006-130X*
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Causes and Reasons for Decline in Industrial Investment

Rehan Asif
MS Scholar, Departemnt of Islamic Studies, HITEC University, Taxila
rehanasif24222@gmail.com
Dr. Manzoor Ahmad Al-Azhari
Assosciate Professor, Departemnt of Islamic Studies, HITEC University, Taxila
Umamah Sheikh
MS Scholar, Departemnt of Islamic Studies, HITEC University, Taxila

Abstract
Industrial investment plays a vital role in promoting economic development, creating employment opportunities, increasing exports, and strengthening the productive capacity of a country. However, declining industrial investment can adversely affect economic activities, employment generation, production, and overall national development. This article examines the major causes and factors responsible for the decline in industrial investment, with particular attention to political and economic instability, inconsistent government policies, energy shortages, high production costs, increased taxation, rising interest rates, inadequate infrastructure, administrative complexities, and uncertainty faced by investors. The article also highlights financial constraints, limited access to modern technology, shortage of skilled labour, and fluctuations in market demand as important barriers to industrial investment. These factors collectively reduce investor confidence and discourage both domestic and foreign investment in productive industrial activities. The study emphasizes that sustainable growth in industrial investment requires political stability, consistent and investor-friendly policies, reliable energy supplies, improved infrastructure, accessible financial facilities, skilled human resources, and an efficient administrative system. Effective reforms in these areas can strengthen the industrial sector, enhance investor confidence, generate employment opportunities, and contribute to sustainable economic development. The article concludes that addressing structural and policy-related barriers is essential for creating a favorable environment for industrial investment and long-term economic progress.

***Keywords**: Industrial Investment, Economic Development, Political Instability, Investment Barriers, Industrial Policy*

تعارف

صنعتی سرمایہ کاری کسی بھی ملک کے معاشی استحکام، پائیدار ترقی اور خوشحالی کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ صنعتی سرمایہ کاری دیگر ممالک کے ساتھ باہمی معاشی و سیاسی تعلقات کے فروغ، استحکام اور بہتری میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تاہم، اگر صنعتی سرمایہ کاری میں اضافے اور ترقی کے بجائے مسلسل کمی اور زوال کا رجحان پیدا ہو جائے تو اس کے نہایت سنگین اور دور رس نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔

اس صورتِ حال کو ایک مہلک بیماری کی مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔ جب کسی ملک میں کوئی خطرناک بیماری پھیلتی ہے تو ماہرین سب سے پہلے اس کے پھیلاؤ کی وجوہات کا تعین کرتے ہیں، اس کی علامات کی شناخت کرتے ہیں اور ان عوامل کا جائزہ لیتے ہیں جو اس بیماری کے فروغ کا باعث بنتے ہیں، تاکہ بروقت حفاظتی اور تدارکی اقدامات کیے جاسکیں اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مجموعی نقصانات کو کم سے کم کیا جاسکے۔ اسی طرح یہ نقصانات انفرادی ہوں یا اجتماعی، سیاسی ہوں یا معاشی، سماجی ہوں یا مذہبی، ہر پہلو سے ان کا جائزہ لینا ضروری ہوتا ہے اور ان کے تدارک کے لیے مؤثر اقدامات کیے جاتے ہیں، تاکہ ملک اور قوم کے مفادات، سلامتی اور مستقبل کا تحفظ یقینی بنایا جاسکے۔

اسی اصول کے تحت کسی ملک کے معاشی استحکام کو کمزور کرنے والے عوامل اور صنعتی شعبے کو زوال پذیر بنانے والی وجوہات کی نشاندہی بھی نہایت ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ ان مسائل کا سطحی جائزہ لینے کے بجائے ان کی تہہ تک پہنچا جائے، ان کے بنیادی اسباب اور محرکات کا جامع تجزیہ کیا جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ یہ خرابیاں کیوں اور کن عوامل کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں۔ جب ان مسائل کی حقیقی وجوہات واضح ہو جائیں تو ان کے مؤثر حل اور اصلاح کی راہیں تلاش کی جاسکتی ہیں، جس کے نتیجے میں صنعتی ترقی، معاشی استحکام اور قومی خوشحالی کو یقینی بنانے کے لیے مؤثر حکمتِ عملی تشکیل دی جاسکتی ہے۔

صنعتی سرمایہ کاری میں کمی کے اسباب و وجوہات :

- سیاسی عدم استحکام
- غیر یقینی صورتِ حال کی وجہ سے سرمایہ کاروں کا ڈر
- دہشت گردی یا جرائم کا اضافہ
- بجلی اور گیس کی لوڈ شیڈنگ
- فیکٹریوں کی کم پیداواری صلاحیت
- مہنگائی کا دباؤ

سیاسی عدم استحکام:

اگر ہم پاکستان کی سیاسی تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ پاکستان سیاسی طور پر اول دور سے ہی سیاسی عدم استحکام کا شکار ہوتا چلا آرہا ہے۔ بار بار حکومتوں کی تبدیلی، پالیسیوں میں مسلسل فقدان ایسے عوامل ہیں کہ جن کی وجہ سے معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ آسان الفاظ میں یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک سیاسی جماعت جب اپنی حکومت اختیار کرتی ہے تو دوسری مخالف جماعتیں اس کے ٹانگیں کھینچنے میں مصروف ہو جاتی ہیں اور یہ سلسلہ مختلف انداز میں ملک کی معیشت پر اثر انداز ہوتا ہے جیسے بار بار کے دھرنے، ایک بار الیکشن ہو جانے کے بعد جیتنے والی جماعت کے مدمقابل پارٹی الیکشن میں خرابیاں نکال کر دوبارہ الیکشن کی درخواست دائر کر دیتی ہیں اس سلسلہ میں ملک کا سرمایہ ملکی ترقی میں خرچ ہونے کی بجائے ایک دوسرے سے سیاسی قیادت کھینچنے میں لگ جاتا ہے۔ جو جماعت انتخابات جیت کر منتخب ہوئی اس کے خلاف دھرنے اور ریلیاں نکالنا، جلاؤ گھیراؤ کے نعرے لگانا اور ملکی اساسوں کی نقصان پہنچانا، یہ سب وہ عوامل ہیں جن کی باعث ملک معاشی استحکام حاصل کرنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ ان دھرنوں کی وجہ سے کتنے ہی غریب لوگوں کا روزگار متاثر ہوتا ہے اسی طرح تجارتی معاملات میں بھی نقصان ہوتا ہے اور اس سب سے بڑھ کر کتنے ہی بے گناہ لوگوں کی جانیں بھی چلی جاتی ہیں اور اس سب کی بڑی وجہ سیاسی عدم استحکام ہے۔ اجر ہم کسی جماعت کو موقع ہی نہیں دیں گے تو کیسے پتا چلے گا کہ وہ ملک کی معاشی نظام کو کیسے بہتر کرنا چاہتے تھے۔

پاکستان کے قیام کے بعد پہلے 8 سال میں سول عسکری بیوروکریسی کی دخل اندازی اور ڈرائنگ روم پالیٹکس کی وجہ سے سیاسی حکومتیں وقتاً فوقتاً تبدیل ہوتی رہیں، اس دوران پاکستان کے 7 وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ اور اس سب کو دیکھ کر بھارت کے وزیر اعظم نہرو نے ایک تاریخی جملہ کہا" کہ میں ایک سال میں اتنی دھوتیاں نہیں بدلتا جتنے پاکستان میں وزیر اعظم تبدیل ہو جاتے ہیں"۔ جنرل ایوب خان نے 1958ء میں پاکستان پر مارشل کا بے جا استعمال کر کے سیاست اور جمہوریت کو ایسا نقصان پہنچایا جو بھلایا نہیں جا سکتا۔ جمہوریت کا پودا جڑ نہ پکڑ سکا۔ جنرل ایوب خان اپنے اس دس سالہ دورِ اقتدار میں پاکستان کو ایک مضبوط سیاسی نظام نہ دے سکے۔ انہوں اپنے آئین 1962ء کے مطابق اقتدار سپیکر قومی اسمبلی کے سپرد کرنے کی بجائے جنرل یحییٰ خان کے حوالے کیا اور رخصت ہو گئے۔ جنرل یحییٰ نے ملک گیر عوامی احتجاج کے نتیجے میں 1970ء میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر عام انتخابات کرائے مگر ان انتخابات کے نتائج کو تسلیم نہ کیا اور اقتدار اکثریتی لیڈر شیخ مجیب الرحمن کے حوالے نہ کیا۔

سیاسی مسئلے کو حل کرنے کے لئے فوجی آپریشن کی مدد لی گئی جس کے نتیجے میں پاکستان میں فساد برپا ہوا اور ایک ہی ملک کے اندر الگ الگ حصے ہونت لگ گئے۔ ذوالفقار علی بھٹو نے 1973ء کے متفقہ آئین کے ذریعے سیاست اور جمہوریت کو ایک بار پھر مستحکم کرنے کی کوشش کی۔ جنرل ضیاء الحق نے 1977ء میں مارشل لاء نافذ کر کے سیاسی جمہوری نظام کو پھر سے لپیٹ دیا۔ جنرل ضیاء الحق کی گیارہ سالہ آمریت کے اختتام پر منعقدہ 1988ء کے عام انتخابات نے پاکستانی سیاست میں ایک تاریخی موڑ لیا، جب بے نظیر بھٹو نے بطور پہلی خاتون وزیر اعظم اقتدار سنبھالا۔ انھوں نے ماضی کو نظر انداز کرتے ہوئے مفاہمت کے جذبے اور عقلمندی اور حوصلے کے ساتھ سیاست اور جمہوریت کو پروان چڑھانے کی بھرپور کوشش کی مگر اڑھائی سال کے بعد ہی ان کی حکومت کو بھی ختم کر دیا گیا۔

محترمہ بے نظیر بھٹو اور میاں نواز شریف کی سیاسی دشمنی نے ملک کو مسلسل غیر یقینی فضا میں رکھا، اور پس پردہ طاقتور قوتیں اقتدار کے سنگھاسن پر میوزیکل چیئر کا تماشہ رچاتی رہیں۔ 1999ء میں جنرل پرویز مشرف نے میاں نواز شریف کی حکومت ختم کر کے اقتدار پر قبضہ جما لیا اور دس سال تک کنٹرولڈ جمہوریت کے ساتھ آمرانہ دور چلتا رہا۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کی مضحکہ خیز شہادت کے بعد 2008ء کے انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی وفاق اور سندھ میں حکومت بنانے میں کامیاب ہو گئی اور آصف علی زرداری پاکستان کے صدر منتخب ہو گئے۔ 2010ء میں متفقہ رائے سے آئین میں اٹھارویں ترمیم کی منظوری کی گئی۔ یہ ترمیم سیاست میں فوجی مداخلت کو ختم نہ کر سکی اور نہ ہی ملک کو صاف شفاف انتخابات کا نظام دے سکی۔ صدر آصف علی زرداری کی حکومت کو پانچ سال کا موقع ملا جس کے دوران مختلف خاندان تو مضبوط ہوئے مگر سیاست اور جمہوریت مستحکم نہ ہو سکی۔ 2013ء کے انتخابات میں میاں نواز شریف وفاق اور پنجاب میں حکومت بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کے دورِ حکومت میں عمران خان کے طویل دھرنے اور پانامہ کیس کی طویل سماعت کی بنا پر ایک بار پھر سیاسی عدم استحکام جاری رہا۔ 2018ء میں عمران خان وفاق پنجاب اور خیبر پختونخوا میں حکومت بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ مخالف جماعتوں نے ان کو ایلیکٹڈ وزیر اعظم تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور انھیں سلیکٹڈ وزیر اعظم کہا جانے لگا۔ عمران خان کی حکومت کو عدمِ اعتماد کی تحریک کے ذریعے ساڑھے تین سال کے بعد نااہل کر دیا گیا۔

سیاستدان 2008ء سے 2023ء تک پندرہ سال تسلسل کے ساتھ اقتدار میں رہنے کے باوجود سیاسی استحکام پیدا نہ کر سکے، جس کے نتیجے میں شدید سیاسی اور معاشی بحران پیدا ہو چکا تھا۔ تاریخ کے اس سنگین اور تشویشناک سیاسی اور معاشی بحران کی وجہ سے پاکستان غیر یقینی صورتحال سے دوچار رہا۔ سیاسی عدم استحکام کی بنیادی وجوہات میں ظاہری اور خفیہ عسکری مداخلت، کلونیل ذہنیت کی حامل بیوروکریسی، کمزور عدالتی نظام ،رول ماڈل لیڈروں کا فقدان، سیاست دانوں کی عدم دلچسپی اور غیر معیاری کارکردگی، غیر معمولی کرپشن، شفاف اور یکساں احتساب کا نہ ہونا، جماعتوں کے اندر جمہوریت کا فقدان، طبقاتی اور اشرافیائی انتخابی نظام، بلدیاتی انتخابات اور مقامی حکومتوں کے بارے میں بے حسی کا رویہ، آئین و قانون کی حکمرانی نہ ہونا، تعلیم کو نظر انداز کرنا، عوام کا پسماندہ سیاسی شعور، پالیسیوں کا عدم تسلسل، مذہبی و سیاسی انتہاپسندی شامل ہیں۔[1]

بیان کردہ تمام صورتِ حال اور رکاوٹیں جب تک قائم رہے گی اس وقت تک ملک کی سیاسی صورتِ حال بہتر نہ ہو پائے گی اور جب تک ملک کا سیاسی نظام بہتر نہ ہو سکے گا اس وقت تک ملک سیاسی استحکام کے حصول اور ترقی سے سرشار نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ حکومتوں کی بار بار کی تبدیلی کا نقصان ملک کی معیشت سے زیادہ اور کسی شئے پر نہیں پڑتا اس کی وجہ یہ ہے کہ ملک میں جیسے کی کوئی حکومت قائم ہوتی ہے اور ترقی کے لئے کوئی اقدامات اٹھاتی ہے کوئی دوسری سیاسی جماعت دھرنوں اور جلسوں سے ذریعے ، ملک میں ہڑتال کت ذریعے اور بے جا فسادات کے ذریعے ان اٹھتے ہوئے اقدامات کو سرکوب کر دیا جاتا ہے۔ ان دھرنوں اور جلسوں کا نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ملک معاشی طور پر ڈاؤن فال کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ان جلسوں کے ذریعے اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائے تو پھر سے انتخابات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ملک مس جو بچا کچا سرمایہ موجود ہوتا ہے وہ نئے انتخابات کی تیاری سیاستدانوں کے جلسوں اور تشہیر میں استعمال ہو جاتا ہے اور پھر آنے والی حکومت کے لئے ملکی اساسے پہلے سے ہی خالی ہو چکے ہوتے ہیں اگر وہ ملک کو معاشی استحکام فراہم کرنا بھی چاہے تو نہیں کرپاتی کیونکہ جب ملکی خزانے ہی خالی ہوں گے تو کیسی ترقی کیسی خوشحالی۔

[1] نظامی، قیوم۔ "سیاسی عدم استحکام: وجوہات اور اس کا حل"۔ روزنامہ نوائے وقت، 10 مئی 2023۔

امن وامان کی خرابی اور سرمایہ کاروں کا ڈر:

سرمایہ کاری اور امن و امان کی صورتِ حال کا آپس میں نہایت گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اگر امن و امان کی صورتِ حال خراب ہو تو اس کے اثرات سرمایہ کاری پر منفی انداز میں رونما ہوتے ہیں۔ جب کسی ملک یا علاقے میں بدامنی، دہشت گردی، یا سیاسی عدم استحکام ہو، تو سرمایہ کار وہاں سرمایہ لگانے سے گریز کرتے ہیں کیونکہ انہیں اپنے سرمائے کے ضائع ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ اور جب سرمایہ کاری نہیں کی جاتی اس کے نتائج یوں سامنے آتے ہیں کہ ملک کی معیشت کو ڈاؤن فال کا سامنہ کرنا پڑتا ہے، اسی طرح روزگار پر گہرا اثر پڑتا ہے اور برآمدات میں کمی اور مہنگائی میں اضافہ ہوتا ہے۔

اس سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے کراچی (اسٹاف رپورٹر) آل پاکستان سیمنٹ مینوفیکچرز ایسوسی ایشن نے کہا" کہ ڈیرہ اسماعیل خان، ڈیرہ غازی خان، کوہاٹ، میانوالی اور ملحقہ علاقوں میں امن و امان کی خراب صورتحال سرمایہ کاری کے لیے ہلاکت خیز خطرہ ہے۔ ایسوسی ایشن کے مطابق ڈیرہ اسماعیل خان، ڈیرہ غازی خان، کوہاٹ، میانوالی اور ملحقہ علاقوں میں امن و امان کی خراب صورتحال نے ان علاقوں میں قائم کردہ سیمنٹ یونٹس کے روزمرہ آپریشن کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ ایسوسی ایشن کا کہنا تھا کہ حال ہی میں ان علاقوں میں سے ایک سیمنٹ یونٹ کے ورکرز کو دہشت گردوں نے اغوا کرلیا اور ایک مغوی کو ہلاک کر دیا۔ دہشت گرد بھاری مالیت کا بھتہ طلب کر رہے ہیں اور نہ دینے کی صورت میں سنگین نتائج کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ ترجمان نے کہا" کہ یہ نازک صورتحال ہے اور حکومت کو ان علاقوں میں امن و امان کو یقینی بنانے اور دہشت گرد عناصر کو کنٹرول کرنے کے لیے سخت اقدامات کرنا ہوں گے۔[2]

بصورتِ دیگر اس کا نقصان ملک کو معاشی عدم استحکام کی صورت میں اٹھانا پڑے گا کیونکہ کوئی بھی سرمایہ کار اپنا سرمایہ جان بوجھ کر خطرے میں ڈالنا پسند نہیں کرتا۔ پہلے ہی بہت سے سرمایہ کار ملک سے باہر جا کر سرمایہ کاری کر رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ ملک میں اقتصادی ترقی میں کمی لاحق ہونے لگ گئی۔ اگر امن و امان کی یہی صورتِ حال رہی تو بعید نہیں کہ ملک کے اچھے خاصے سرمایہ کار ملک سے اپنا سرمایہ نکال کر دوسرے ممالک کی طرف لے جائیں۔

---

[2] "سیمنٹ مینو فیکچررز: امن و امان کی خراب صورتِ حال سرمایہ کاری کے لئے خطرہ،" جنگ، 02 مئی 2024۔

دہشت گردی اور جرائم کا اضافہ:

یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اقوام عالم کے تحفظ اور ان کے مفادات کے پیش نظر ہمارے بے شمار شہری اور سیکیورٹی اہلکار دہشت گرد حملوں اور فوجی کارروائیوں میں اپنی جانوں سے ہاتھ دھو چکے ہیں۔ پاکستانی مسلح افواج، قانون کے نفاذ میں سرگرم اہم ادارے، اور انٹیلی جنس یونٹس بہادری سے لڑے اور اکثر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ انفراسٹرکچر کی وسیع پیمانے پر تباہی اور بے گھر ہونے والی آبادیوں نے قوم کی نفسیات پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔

اسی طرح معاشی طور پر، پاکستان کو ناقابلِ تلافی نقصانات اٹھانے پڑے ہیں۔ دہشت گردی کے نتیجے میں ہونے والے براہِ راست اور بالواسطہ نقصانات جن میں بنیادی ڈھانچے کی تباہی، غیر ملکی سرمایہ کاری میں نمایاں کمی، اور معاشی ترقی کی رفتار میں شدید سست روی شامل ہے، ان کا مجموعی مالی بوجھ سینکڑوں ارب ڈالر تک پہنچ چکا ہے۔ دہشت گردی کے باعث پیدا ہونے والے عدم استحکام نے سرمایہ کاروں کو خوفزدہ کر دیا، صنعتی ترقی کو روک دیا، اور حکومت کو ترقیاتی منصوبوں کی بجائے سیکیورٹی اقدامات پر وسائل خرچ کرنے پر مجبور کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں پاکستان بین الاقوامی مالیاتی اداروں، جیسے کہ آئی ایم ایف پر مزید انحصار کرنے پر مجبور ہوا، جس کے باعث معاشی مشکلات اور مہنگائی نے عام آدمی کی زندگی کو متاثر کیا۔[3]

بجلی اور گیس کی لوڈشیڈ ینگ:

بجلی ایک ایسی توانائی ہے جس کے بغیر ہم اپنے بیشتر روزمرہ کے کام نہیں کر سکتے۔ گھر میں روشنی، ہیٹنگ اور کولنگ سسٹمز، کچن کے آلات، اور تفریحی ٹیکنالوجیز جیسے ٹی وی، کمپیوٹرز، اور موبائل فونز کے چارجنگ کے لیے بجلی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بغیر ایک گھر کا نظام چلانا بے حد مشکل ہے اور جب ایک گھر کا نظام بجلی کی عدم دستیابی کے باعث ممکن نہیں تو ایک ملک کا نظام کس صورت ممکن ہو سکتا ہے۔ لہٰذا صنعتوں، کاروباروں اور دیگر اداروں میں بھی بجلی کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ پیداوار اور خدمات کی فراہمی ممکن ہو سکے۔ بجلی کی مسلسل فراہمی معیشت کی ترقی اور لوگوں کی زندگی کی معیار کے لیے ضروری ہے۔

[3] اقبال، محمد احسن۔ "پاکستان کی دہشت گردی کے خلاف نہ ختم ہونے والی جنگ: قربانی اور جد و جہد کی داستان"۔ 12 مارچ 2025۔

پاکستان کی معیشت کو فروغ دینے کے لیے بجلی کی پیداوار بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں ہتھیاروں کی جنگوں کے بجائے توانائی کی جنگ شروع ہو گئی ہے۔ ہر ملک اپنی توانائی کے ذرائع کے فروغ کیلئے کام کر رہا ہے اور صنعتی ترقی کیلئے توانائی بہت ضروری ہے۔ پاکستان میں بھی صنعتی ترقی کیلئے بجلی بہت ضروری ہے، لیکن لوڈشیڈنگ کی وجہ سے صنعتی اداروں کی مشکلات میں اضافہ ہو رہا ہے۔

ایک طرف لاقانونیت اور بدامنی کا دور دوراں ہے دوسری طرف بجلی کی عدم دستیابی کا مسئلہ ہے۔ جس کی وجہ سے صنعتوں کی پیداوار متاثر ہو رہی ہے اور کاروباری طبقے کے مسائل بھی بڑھ رہے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے تاجر بھی بجلی کی عدم دستیابی کے عذاب سے نڈھال ہو گئے ہیں۔ الغرض ہر خاص وعام بجلی کی عدم دستیابی کی وجہ سے پریشان ہے۔ اسی طرح کارخانے مطلوبہ پیداوار حاصل کرنے میں ناکام رہے ہیں جس کے لازمی طور پر اثرات قومی معیشت پر بھی مرتب ہو رہے ہیں۔

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر کاروباری برادری نے یکساں قومی ٹیرف میں 4.95 روپے فی یونٹ کے بڑے اضافے کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ اس سے نہ صرف کاروبار کی لاگت میں اضافہ ہو گا بلکہ مقامی پیداوار میں بھی کمی آئے گی اور پاکستانی اشیا کو عالمی منڈیوں میں غیر مسابقتی صورتحال کا سامنا ہو گا۔

ڈان اخبار کی رپورٹ کے مطابق صنعتی و تجارتی رہنماؤں کا کہنا ہے کہ یہ آئی ایم ایف کی ان شرائط میں سے ایک ہے جو حکومت نے ملک کو معاشی بحران سے نکالنے کے لیے غیر ملکی قرضوں کے حصول کے لیے پوری کی ہیں۔

نیشنل الیکٹرک پاور ریگولیٹری اتھارٹی (نیپرا) نے ایک بیان میں اعلان کیا تھا کہ مالی سال 2024 کے لیے قومی اوسط ٹیرف کو 24.82 روپے فی کلوواٹ سے بڑھا کر 29.78 روپے فی کلوواٹ کر دیا گیا ہے۔

اس ضمن میں پاکستان بزنس کونسل کے سی ای او احسان ملک نے کہا کہ صنعت کو بجلی کے زائد نرخوں کا سامنا ہے جو خطے کے مقابلے میں نمایاں طور پر زیادہ ہیں، علاقائی طور پر مسابقتی بجلی کے نرخوں سے انکار نے برآمدات کو غیر مسابقتی بنا دیا ہے۔

ان کا کہنا تھا توانائی کی بلند لاگت توانائی سے متعلق شعبوں جیسے پیٹروکیمیکلز کی ترقی کو بھی روکتی ہے جس کا نتیجہ درآمدات پر مسلسل انحصار کی صورت میں نکلتا ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ گردشی قرضوں کے انتظام کو پیداواری صلاحیت، ترسیل و تقسیم کے نقصانات، چوری اور واجبات کی عدم وصولی جیسے بنیادی چیلنجز درپیش ہیں۔ علاوہ ازیں صنعتی اور تجارتی صارفین کے لیے اضافی مسئلہ گھریلو صارفین بشمول لائف لائن صارفین کے لیے کراس سبسڈی ہے، بہتر حل یہ ہو گا کہ حکومت بینظیر انکم سپورٹ پروگرام کے ذریعے براہ راست سبسڈی فراہم کرے۔

احسان ملک نے کہا کہ ٹیرف میں حالیہ اضافہ صنعت کو مزید غیر مسابقتی بنائے گا چوری کو ترغیب دے گا اور توانائی کے شعبے میں حقیقی مسائل کو حل کرنے کے لیے کچھ نہیں کرے گا۔

ان کا کہنا تھا کہ مالیاتی خسارے کو کم کرنے کے لیے قلیل مدتی اقدامات کے ساتھ آئی ایم ایف بھی ٹیرف میں اضافے پر مائل ہے، مجھے یقین ہے کہ یہ ایک پائیدار حل نہیں ہے۔

سائٹ ایسوسی ایشن آف انڈسٹری کے صدر ریاض الدین نے کہا کہ ایک ایسے وقت میں بجلی کے نرخوں میں اضافہ انتہائی افسوسناک ہے جب عالمی سطح پر توانائی کی قیمتیں کم ہیں اور رواں ہفتے تیل کی قیمتوں میں مزید کمی ہوئی ہے۔

انہوں نے کہا کہ طلب میں کمی کی وجہ سے ٹیرف میں اضافے کی دلیل غیر معقول ہے کیونکہ ناقابل برداشت نرخوں کے باعث مسابقت ختم ہونے کی وجہ سے مقامی صنعتیں پہلے ہی بند ہو رہی ہیں۔

ریاض الدین نے کہا کہ علاقائی طور پر مسابقتی برآمدی ٹیرف کو اچانک واپس لینے کی وجہ سے اپریل سے برآمدی صنعتوں کی طلب میں کمی آئی ہے۔

انہوں نے کہا کہ بدقسمتی سے کم ہوتی طلب کے ساتھ ٹیرف میں اضافہ معاشیات کے طلب میں کمی کے قانون کو ثابت کر رہا ہے۔

انہوں نے اپنی گفتگو میں حکومت پر زور دیا کہ وہ سب سے زیادہ ٹیکس دینے والے شعبے کو قتل نہ کرے بلکہ توانائی کے شعبے میں خامیوں کو ختم کرے اور گنجائش کی ادائیگیوں کو روکے۔

کورنگی ایسوسی ایشن آف ٹریڈ اینڈ انڈسٹری (کاٹی) کے صدر فراز الرحمٰن نے کہا کہ بنیادی ٹیرف میں اضافے سے صنعتی اور تجارتی صارفین کے لیے بجلی کی قیمت میں نمایاں اضافہ ہوگا، اس سے مینوفیکچرنگ اور پیداواری شعبے جیسی صنعتوں پر براہ راست اثر پڑے گا جو بجلی پر بہت زیادہ انحصار کرتی ہیں۔

انہوں نے خدشہ ظاہر کیا کہ پیداواری لاگت میں اضافہ عالمی منڈی میں ان کی مصنوعات کی مسابقت کو کم کر دے گا جس سے برآمدات اور مجموعی اقتصادی ترقی میں کمی کا امکان ہے۔

کاٹی کے سربراہ نے کہا کہ 5 روپے فی یونٹ اضافے سے روزمرہ زندگی کی مجموعی لاگت پر بڑا اثر پڑے گا اور اس سے صنعتوں کے لیے زیادہ پیداواری لاگت، اشیا اور خدمات کی قیمتوں میں اضافے ہوگا جبکہ مہنگائی کا یہ دباؤ خاص طور پر محدود آمدنی والے صارفین پر منفی اثر ڈالے گا کیونکہ ان کی قوت خرید کم ہو جاتی ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ بجلی کے نرخوں میں اضافے سے گھریلو صارفین بھی براہِ راست متاثر ہوں گے، چونکہ بجلی ایک بنیادی ضرورت ہے اس لیے خاندانوں پر اضافی مالی بوجھ انہیں دیگر ضروری اخراجات میں کمی کرنے پر مجبور کرے گا، جس سے ان کا مجموعی معیار زندگی متاثر ہوگا۔

فراز الرحمٰن نے حکومت پر زور دیا کہ وہ ٹیرف میں اس اضافے کا مقابلہ کرنے کے لیے رعایتی مالیاتی شمسی اسکیم لے کر آئے۔[4]

فیکٹریوں کی کم پیداواری صلاحیت:

اگر پاکستان کی صنعتی ترقی اور سرمایہ کاری میں حائل رکاوٹوں کو دیکھا جائے تو وسائل کی کمی یا عدم دستیابی کے باعث فیکٹریوں کی بندش اور پیداوار میں کمی ایک بہت اہم اور پریشان کن وجہ ہے۔ اس سے متعلق درج ذیل رپورٹس ملاحظہ کی جائیں جن میں یہ بات واضح انداز میں بیان کی گئی ہے کہ صنعتوں کی بندش کے باعث ملکی پیداوار میں نمایا کمی دیکھنے کو آئی ہے۔

[4] عامر شفاعت خان، "بجلی کے نرخوں اضافے سے صنعتی پیداوار متاثر، مہنگائی مزید بڑھنے کا خدشہ،" 15 جولائی 2023۔

پاکستان میں معاشی بحران بہت تیزی سے شدت اختیار کر گیا۔ خام مال نہ ملنے کی وجہ سے ناجانے کتنی ہی چھوٹی صنعتیں بند ہو گئیں، ٹیکسٹائل گارمنٹس سمیت دیگر صنعتوں کی پیداوار بھی بے حد متائثر ہوئی ہے۔ پاکستان اپیرل فورم کے چیئرمین جاوید بلوانی کا کہنا ہے کہ کئی صنعتی یونٹس بند پڑے ہیں، جو باقی ہیں ان کی پیداوار بھی نصف رہ گئی ہے۔ دوسری جانب صنعتوں سے منسلک کئی مزدوروں کو بے روزگاری کا سامنہ کرنا پڑھ رہا ہے جبکہ متعدد مزدور بیروزگاری کے خوف میں مبتلا ہیں، مزید ان کا کہنا ہے کہ جب کام ہی نہیں، تو مزدوری کیسے ملے گی۔ اسٹیٹ بینک نے بینکوں کو ہدایت دی تھی کہ 2 جنوری سے ضروری اشیا کی ایل سیز کھولی جائیں تاہم بندرگاہ پر اب تک خام مال کلئیر نہ ہونے سے پیداواری کا سلسلہ متاثر ہے۔[5]

اس حوالے سے ایک اور رپورٹ میں ماہرِ معاشیات زین العابدین کا کہنا ہے کہ معیشت کے اس حالیہ دیوالیہ پن نے صنعتی شعبے کو خاص طور پر متاثر کیا ہے اور صنعتی ترقی مسلسل روبہ زوال ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ویسے تو پاکستانی صنعت شاید ہمیشہ سے پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک کے تقاضوں کے مطابق بہت پیچھے رہی ہے مگر گزشتہ ایک دہائی سے صنعتی ترقی کی شرح میں کمی کا سلسلہ طول پکڑنے لگ گیا ہے اور اس کے باعث پیداوار کی شرح گرتی چلی جا رہی ہے۔ رواں مالی سال میں بڑی صنعت کے شعبے کی ترقی کی شرح منفی میں رہی جبکہ مینوفیکچرنگ کا شعبہ بھی کچھ خاص نمو حاصل نہ کر سکا۔ سینکڑوں کی تعداد میں صنعتی یونٹس بند ہو چکے ہیں اور سینکڑوں بندش کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ آئی ایم ایف کی ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق رواں مالی سال میں پاکستانی جی ڈی پی کی شرح ترقی 5.4 فیصد سے گر کر 2.9 فیصد پر آجائے گی جو کہ اگلے مالی سال 2019-20 میں 2.7 فیصد تک گر سکتی ہے۔ اس کا واضح مطلب ہے کہ پاکستانی معیشت تیزی سے سکڑ رہی ہے اور جی ڈی پی کا حجم بہت تیزی سے کم ہو رہا ہے۔ اس امر کا سب سے واضح اظہار صنعت کے شعبے میں ہوتا ہے اور صنعتی شعبے سے وابستہ لاکھوں افراد کا روزگار داؤ پر ہوتا ہے۔ آئی ایم ایف کی اسی رپورٹ میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ آنے والے عرصے میں بیروزگاری میں اضافہ ہو گا یعنی کہ حقیقی اضافے کو کافی کم دکھایا گیا ہے اور حقیقت میں آنے والے عرصے میں اس سے کہیں زیادہ اضافہ دیکھنے کو ملے گا۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان میں ڈی انڈسٹریلائزیشن کا عمل تیزی سے جاری ہے اور جس کو روکنے میں حکومت اور کئی سرمایہ دار ناکام نظر آئے

---

5 "پاکستان میں سنگین معاشی بحران، چھوٹی صنعتیں بند"۔ 18 جنوری 2023۔

ہیں۔ پاکستانی سرمایہ دار طبقے کا خصی پن روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکا ہے۔ سی پیک اور چین کے ساتھ فری ٹریڈ معاہدے نے اس عمل کو مزید مہمیز دی ہے اور سستی چینی مصنوعات کی منڈی میں آمد سے بڑے پیمانے پر پاکستانی صنعتیں بند ہو چکی ہیں۔[6]

گزشتہ ہفتے مجھے فیصل آباد چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کی قیادت نے اپنے شہر مدعو کیا تاکہ یونائٹڈ بزنس گروپ (یو بی جی) کے سرپرست اعلیٰ کے طور پر میں پاکستان کے مانچسٹر کی صنعتی بدحالی پر حکومت کے ارباب اختیار کے ضمیر کو جھنجھوڑ سکوں اور انہیں فیصل آباد کے صنعتکاروں، تاجروں اور مزدوروں کی حالت زار پر رحم کھانے کی اپیل کر سکوں۔ بزنس کمیونٹی کے لیڈر اور ایف پی سی سی آئی کے تھنک ٹینک آن پاکستان اکانومیز ریواوَل اینڈ گروتھ کے سربراہ ڈاکٹر گوہر اعجاز بھی میرے ہمراہ تھے۔ ان کے علاوہ ایف پی سی سی آئی کی نمائندگی کرتے ہوئے ذکی اعجاز اور مومن ملک لاہور سے، احمد چنائے کراچی سے، دارو خان کوئٹہ سے اور میاں عبدالحق جتوئی دادو سندھ سے فیصل آباد پہنچے تھے۔ فیصل آباد چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری میں کاروباری حضرات کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی جن میں سے ہر کوئی اپنی آپ بیتی بیان کرنے کے لئے بے تاب تھا۔

چیمبر کے صدر ڈاکٹر خرم طارق نے لب کشائی کی تو فیصل آباد میں انڈسٹری کی تباہی کا دفتر کھول دیا اور ان کے خطاب کا لب لباب یہ تھا کہ فیصل آباد رو رہا ہے۔ اس کے بعد تو جس مقرر کو موقع ملا، اس نے شہر میں صنعتی بدحالی کو جس بھی زاویے سے بیان کیا، وہی زاویہ اصل زاویہ محسوس ہوا، ان کا کہنا تھا کہ شہر میں اکثر بڑے صنعتی گھرانوں کی جانب سے اپنے صنعتی یونٹوں کو بند کئے ہوئے کئی ماہ ہو چکے ہیں۔ اب تو صورت حال یہ ہے کہ بڑے سے بڑا کباڑیہ بھی ملوں کی مشینوں کا سکریپ اٹھانے کو تیار نہیں ہے کیونکہ شہر کے گوداموں میں اب مزید سکریپ رکھنے جگہ نہیں بچی۔ ایک درمیانے درجے کے صنعتکار کا کہنا تھا کہ اس کا بجلی کا بل پانچ لاکھ سے آٹھ لاکھ ہوا تو اس نے کارخانے کو چلائے رکھا، آٹھ لاکھ سے پندرہ لاکھ ہوا تو بھی اس نے کارخانے کو تالہ نہیں لگایا مگر جب بجلی کا بل پچیس لاکھ ہوا تو اس نے کارخانہ بند کر دیا۔ پاور لوم والوں کی بدحالی کا بیان شروع ہوا تو لوگ کانوں کو ہاتھ لگاتے پائے گئے۔ اکثر اراکین چیمبر نے بتایا کہ شہر میں حلق سے فلک تک بے روزگاری اور بھوک کا راج ہے جس کے سبب سٹریٹ کرائم میں اضافہ ہو گیا ہے۔ راہزن چند ہزار روپے لوٹنے کی خاطر لوگوں کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ایک مل مالک نے بتایا کہ رواں مہینے کے آغاز میں ایک صبح وہ اپنی مل پہنچا تو ایک سو کے قریب مزدور مل کے مرکزی

6 زین العابدین، "پاکستان: معاشی بحران، صنعتوں کی بندش، بڑھتی بے روزگاری،" 10 جولائی 2019۔

گیٹ پر احتجاج کر رہے تھے۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ ایک دن پہلے انہیں ماہانہ تنخواہ ملی تھی اور ان میں سے چالیس پینتالیس مزدوروں کو ان کے دیہات کے راستے میں گھر جاتے ہوئے لوٹا گیا تھا۔ وہ احتجاج کر رہے تھے کہ ان کے گھر میں کھانے کو زہر بھی دستیاب نہیں ہے۔ مل مالک نے کہا کہ اس نے اپنی مدعیت میں اس راہزنی کے خلاف پولیس رپورٹ لکھوائی مگر ایک ماہ گزر گیا اور کوئی بھی راہزن گرفتار نہیں ہوا، اس موقع پر یہ بھی سننے کو ملا کہ راہزن باقاعدہ ناکے لگا کر لوگوں کو لوٹ رہے ہیں اور شہر سے ملحقہ دیہی علاقوں سے تعلق رکھنے والے مزدوروں سے چھینا جھپٹی معمول کی بات بن چکی ہے، اس کے باوجود کہ آئی جی پنجاب بطور خاص فیصل آباد تشریف لے گئے تھے مگر اس کے بعد بھی صورت حال میں کوئی قابل ذکر تبدیلی نہیں آئی۔ چیمبر میں موجود اراکین کی متفقہ رائے تھی کہ صنعتوں کے بند ہونے کے سبب بے روزگاری کے ہاتھوں تنگ آکر لوگ سٹریٹ کرائم پر مجبور ہیں اور اگر حکومت نے آئی پی پیز کے چنگل سے ملک کی جان نہ چھڑوائی تو شہر میں بنگلہ دیش اور سری لنکا جیسے حالات ہو جائیں گے اور لوگ صنعتکاروں اور مل مالکان کے گھروں سے اسی طرح استعمال کی اشیاء اٹھاتے پائے جائیں گے جس طرح بنگلہ دیش اور سری لنکا میں دیکھنے کو ملا تھا۔

میں نے فیصل آباد چیمبر کے اراکین سے بات کرتے ہوئے کہا کہ یہ بہت دکھ اور افسوس کی بات لگتی ہے جب ہم حکومت کو بتاتے ہیں کہ بجلی کے ناقابل برداشت بلوں کی وجہ سے فیصل آباد میں 100 سے زائد چھوٹے اور بڑے کارخانے بند ہو گئے ہیں، اس صورت حال میں بینک تو کسی گدھ کی طرح ان بند یونٹوں کی انتظامیہ کو نوچنے کے لئے تیار ہوں گے، اس لئے ممکن ہے کہ بہت سے ایسے کارخانہ دار مزید ہوں جو بتانا بھی نہ چاہتے ہوں کہ ان کی فیکٹریاں بند ہو گئی ہیں کہ کہیں بینک کا عملہ آکر انہیں ذلیل وخوار نہ کرنا شروع کر دے، اس سے بھی بڑھ کر میرا دکھ ان مزدوروں کے حوالے ہے جو بے روزگاری کا سامنا کر رہے ہیں، ان کے گھروں کا چولھا کیسے جل رہا ہو گا؟ ان کے بچے سکول کیسے جا پا رہے ہوں گے؟ اگر گھر میں کوئی بیمار ہو گا تو دوا دارو کیسے ہو رہا ہو گا؟ ملک میں بے روزگاری کا عالم یہ ہے کہ ڈگری ہولڈر بھی ڈرائیور کی نوکری کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آخر حکومت کیوں صورت حال کی نزاکت کو نہیں بھانپ رہی؟ حکومت کیوں کاروباری برادری کی بات نہیں سن رہی؟ جب ہم نے فیڈریشن کے پلیٹ فارم سے آئی پی پیز کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیا ہے تو حکومت کیوں اس مسئلے کو حل کرنے میں تاخیر کا مظاہرہ کر رہی ہے؟ اب تو یہ بات ملک کے بچے بچے کو پتہ لگ چکی ہے کہ آئی پی پیز کی بند کپیسٹی کے عوض حکومت دو کھرب روپیہ ادا کر رہی ہے جسے بجلی کے ناقابل برداشت بلوں کی صورت میں عوام کی جیبوں سے نکالا جاتا ہے۔ امریکی ڈالروں میں یہ رقم سات

ارب ڈالر بن جاتی ہے۔ یہ ادائیگی بجلی کے ان کارخانوں کو کی جارہی ہے جو بند پڑے ہیں اگر حکومت نے ٹرانسمیشن لائنیں نہیں ڈالی ہیں تو اس میں بجلی کے صارفین کا کیا قصور ہے؟ اس وقت جو انڈسٹری ڈیفالٹ کر رہی ہے اس کا ذمہ دار کون ہے؟ ان کو بینکوں سے کون بچائے گا؟ ان ملوں سے فارغ ہونے والے غریب مزدوروں کا کون خیال کرے گا؟ کوئی پریشانی سی پریشانی ہے۔ اس وقت پورا پاکستان رو رہا ہے۔ ملک کے معاشی حالات اچھے نہیں ہیں۔ پورا فیصل آباد احتجاج کرنا چاہ رہا ہے، پورا فیصل آباد سڑکوں پر آنا چاہ رہا ہے۔ ہم ایف پی سی سی آئی کے پلیٹ فارم سے بار بار کہہ رہے ہیں کہ خدا کے واسطے حکومت صورت حال کو سنبھالا دے۔ آخر حکومت اس مسئلے کے حل میں تاخیر کا مظاہرہ کیوں کر رہی ہے جبکہ 52 فیصد آئی پی پیز تو خود حکومت کے اپنے ہیں۔ ان کی شرائط کو تو درست کیا جاسکتا ہے۔ انہیں تو Take or Pay کی بجائے Take and Pay کے اصول پر چلایا جاسکتا ہے۔ آخر حکومت کیا سوچ رہی ہے اور کس کو بچانے کی کوشش کر رہی ہے؟

صنعت کی بندش حکومتی پالیسی کی ناکامی ہوتی ہے جس سے مزدور بے روزگار ہوتا ہے۔ ہم بار بار حکومت سے اپیل کر رہے ہیں کہ اپنی پالیسی کو ٹھیک کرے۔[7]

مہنگائی کا دباؤ:

مہنگائی ایک ایسا معاشی مسئلہ ہے جو نہ صرف انفرادی زندگی کو متاثر کرتا ہے بلکہ قومی معیشت پر بھی گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ جب اشیائے ضروریہ، توانائی، خدمات، اور روزمرہ کے استعمال کی دیگر چیزوں کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہوتا ہے تو عام آدمی کی زندگی مشکل سے مشکل تر ہو جاتی ہے۔ مہنگائی کا دباؤ ایک خاموش مگر مسلسل بڑھتا ہوا بوجھ ہے جو متوسط اور غریب طبقے کے کندھوں پر سب سے زیادہ محسوس ہوتا ہے۔

---

[7] ایس ایم تنویر، "صنعت کی بندش حکومتی پالیسی کی ناکامی،" 29 اگست 2024۔

مہنگائی کا تعلق صرف قیمتوں کے بڑھنے سے نہیں ہوتا، بلکہ اس کا دائرہ کار بہت وسیع ہوتا ہے۔ جب آمدن میں اضافہ نہ ہو لیکن اخراجات روز بروز بڑھتے جائیں تو انسان کی بنیادی ضروریات پوری کرنا بھی ایک چیلنج بن جاتا ہے۔ اس کے اثرات گھریلو بجٹ سے لے کر ملکی معاشی پالیسیاں، بے روزگاری، غربت اور جرائم کی شرح تک محسوس کیے جاتے ہیں۔

عالمی سطح پر تیل کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ، زرِ مبادلہ کی قدر میں کمی، حکومت کی ناقص مالیاتی پالیسیاں، ذخیرہ اندوزی، اور مصنوعی قلت جیسے عوامل مہنگائی کو جنم دیتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف خورد و نوش کی اشیاء بلکہ صحت، تعلیم، اور ٹرانسپورٹ جیسی بنیادی سہولیات بھی عام آدمی کی پہنچ سے دور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ یہی مہنگائی کا دباؤ ہے جو کسی معاشرے میں اضطراب، بے چینی اور سماجی ناہمواری کو جنم دیتا ہے۔ اگر اس پر بروقت قابو نہ پایا جائے تو یہ نہ صرف معاشی بلکہ سیاسی اور سماجی سطح پر بھی خطرناک نتائج پیدا کر سکتا ہے۔

مہنگائی کسی بھی معیشت کے لیے ایک چیلنج سے کم نہیں، اور جب بات صنعتی شعبے کی ہو، تو یہ مسئلہ مزید پیچیدہ شکل اختیار کر لیتا ہے۔ صنعتی سرمایہ کاری کا دار و مدار پیداواری لاگت، منافع کی شرح، خام مال کی دستیابی، توانائی کی قیمت، مزدوروں کی اجرت، اور مارکیٹ کے استحکام پر ہوتا ہے۔ مہنگائی ان تمام عوامل کو منفی انداز میں متاثر کرتی ہے، جس کا براہِ راست نتیجہ صنعتی ترقی کی رفتار میں کمی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

مہنگائی کے باعث خام مال، بجلی، ایندھن، اور دیگر اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس سے صنعتی پیداوار کی لاگت بڑھ جاتی ہے، اور اگر مصنوعات کی قیمت بڑھا دی جائے تو وہ مارکیٹ میں مسابقت کھو دیتی ہیں۔

سال 2023 بدترین مہنگائی کا سال رہا، مہنگائی نے گزشتہ سال کے دوران 37 فی صد کی انتہائی بلند شرح کو عبور کیا جب کہ کھانے پینے کی اشیاء میں اوسطاً 50 فی صد سے زیادہ اضافے کا ریکارڈ بھی اسی سال قائم ہوا۔ پی ڈی ایم حکومت کے ساتھ نگران حکومت بھی مہنگائی قابو کرنے میں ناکام رہی۔ 2023 کے دوران بجلی، گیس کی قیمت میں اضافے نے مہنگائی کے شکار عوام کی مشکلات میں مزید اضافہ کر دیا۔ ملک کے لاکھوں خاندان مہنگائی کی بناء پر زندگی تنگ محسوس کر رہے ہیں۔ نچلا طبقہ تو ہے ہی بیچارہ لیکن اب تو مہنگائی نے متوسط طبقے کی بھی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ اب متوسط طبقہ بہت سی اشیا جن میں بکرے اور مرغی کا گوشت، اعلیٰ معیار کے چاول اور دالوں کو اپنے مینیو سے خارج کر چکا ہے۔

آج متوسط طبقے کی اکثریت بینکوں یا انفرادی افراد کی مقروض ہے۔ اپنے بجلی کے بل ادا کرنے کے لیے اپنے زیورات بڑی تعداد میں فروخت کر رہے ہیں۔ حکومت کے مطابق بجلی کی کمی پر قابو پانے کا صرف یہ طریقہ ہے کہ عالمی بینک اور آئی ایم ایف کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے بجلی گیس کی سبسڈی ختم کر دی جائے اور اس کے نرخوں میں اتنا اضافہ کیا جائے کہ غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے اس شعبے میں سرمایہ کاری کے لیے کشش زیادہ ہو جائے، جو بہر حال ظالمانہ روش ہے۔ ماہرینِ اقتصادیات زرعی اشیاء کی قیمتوں میں اضافے کی بنیادی وجہ ناقص حکمت عملی کو قرار دیتے ہیں۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ کسانوں کو بنیادی ضروریات مثلاً بیج، کیمیائی کھاد، جراثیم کش ادویات وغیرہ مہنگے داموں ملتی ہیں، یوں فی ایکڑ اخرجات بہت زیادہ ہوگئے ہیں۔ پھر کھیت سے شہر کی منڈی کے درمیان میں مختلف کردار متحرک ہو جاتے ہیں۔ ضرورت سے زیادہ منافع یا اجارہ داری قائم کرنے کے کمپنیوں یا افراد کے گٹھ جوڑ کو کارٹلائزیشن کہا جاتا ہے ان کا یہ کارٹل بنانے کا مقصد زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنا ہوتا ہے دنیا بھر میں حکومتیں اس کارٹل کو توڑنے کے لیے قوانین بناتی ہیں پاکستان میں بھی اس پر مسابقتی کمیشن کا ادارہ موجود ہے لیکن وہ کارٹل مافیا کے سامنے بے بس دکھائی دیتا ہے۔ جب آمدن کے مقابلے میں ضروریات زندگی کی قیمتیں بڑھ جائیں تو مہنگائی فروغ پا جاتی ہے۔ زیادہ پیسوں میں تھوڑی چیز میسر ہونے کو بھی معاشیات میں مہنگائی کہا جاتا ہے۔ پاکستان میں ہر محکمہ اور ادارہ خطرناک حد تک کرپشن میں مبتلا ہو چکا ہے۔ روپیہ ڈالر کی محکومیت کا شکار ہے اس معاشی افراتفری میں اشیاء کی قیمتوں کا کنٹرول میں رہنا ممکن نظر نہیں آرہا۔ بے شمار ٹیکس بھی قیمتوں میں اضافے کا موجب بن رہے ہیں۔ ذخیرہ اندوزی ناجائز بلیک مارکیٹنگ اور رسد میں رکاوٹ بھی مہنگائی کا باعث ہوتی ہے۔

بے دریغ لیے گئے غیر ملکی قرضہ جات بھی معیشتیں کمزور کرتے ہیں، حکومتی اخراجات اور معاشی خسارہ پورا کرنے کے لیے بے تحاشا نوٹ چھاپنے سے بھی افراطِ زر پھیلتا ہے۔ دولت کی غیر مساوی تقسیم بھی مہنگائی کو بڑھاوا دیتی ہے کیونکہ دولت مند افراد کم وسائل کے حامل لوگوں کو لوٹنے لگ جاتے ہیں جو مہنگائی کا باعث بنتے ہیں۔

آئے روز بجلی کی قیمتوں میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ حکومت نے گیس بھی مہنگی کرنا شروع کر دی ہے۔ گیس کی قیمتوں میں اضافے کا اطلاق گھریلو صارفین کے ساتھ ساتھ کمرشل صارفین، ہوٹلوں، کھاد کے کارخانوں، صنعتی صارفین، اسٹیل انڈسٹری پر ہو گا تو

پھر ظاہر ہے کہ اس سے عام آدمی بہت متاثر ہوگا۔ ادھر پاکستان ورلڈ ہنگر انڈیکس 125 ممالک میں 102 ویں نمبر پر ہے۔ بنیادی طور پر یہ انڈیکس بھوک کی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ زیادہ غذائیت اور وہ بھی بچوں کی غذائی قلت پر مبنی ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ روایتی معنوں میں بھوک کا مطلب غذائی اجناس کی دستیابی میں کمی ہے، جو پاکستان میں موجود نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں گزشتہ کچھ عرصہ میں بیروزگاری اور مہنگائی کی وجہ سے لوگوں کو دو وقت کی روٹی میسر نہیں ہے۔ مہنگائی سے عوام کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا ہے، عوام نفسیاتی مریض بنتے جا رہے ہیں اربابِ اختیار کو سنجیدگی سے سوچنا چاہیے کیونکہ اب مزید معاشی قتل کی قوم متحمل نہیں ہو سکتی، علاوہ ازیں جس بے رحمی کے ساتھ عوام کی معاشی زندگی اور ان کے معصوم سے مستقبل کے خواب چکنا چور ہوتے رہے ہیں۔ وہ اب بھی "آرزو صبر طلب اور تمنا بے تاب" جیسی نفسیاتی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ بانیانِ پاکستان نے اس ملک کو فلاحی ریاست کے مقصد کے تحت بنایا تھا، اسے مفاد پرست سیاست دانوں اور اشرافیہ کی چراگاہ بنانے سے عوام کے معاشی مسائل مزید بڑھیں گے۔ یہ صورتحال تقاضا کرتی ہے کہ اربابِ اختیار اٹھتے طوفان کا پیشگی ادراک کرے اور پالیسیوں کو قومی اور عوامی امنگوں سے ہم آہنگ کرنے میں دیر نہ لگائے، اربابِ اختیار بروٹسوں سے خبردار رہے اور قوم کو دلدل سے نکالے، کرپٹ معاشرے میں آزادی کی بقاء بھی ممکن نہیں ہوتی۔ حکومت جب تک اقتصادی استحکام کو ترجیح نہیں دیتی معاشی عدم استحکام ختم نہیں ہو سکتا۔ لوگوں کے ذرائع آمدن پہلے ہی مہنگائی منفی اثرات کے باعث آدھے سے بھی کم ہو چکے ہیں۔

پرائیویٹ اسپتالوں ڈاکٹروں اور اسکولوں کی بڑھتی ہوئی فیسیں اور مہنگی ادویات بھی مہنگائی میں اضافے کا اہم ذریعہ ہیں صحت اور تعلیم دونوں حکومت کی ذمے داری ہوتے ہیں لیکن بد قسمتی سے وطن عزیز میں جو سرکاری اسپتال یا اسکول ہیں وہاں علاج معالجہ اور تعلیم کا معیار اس قدر پست ہے کہ عوام ان کے حصول کے لیے پرائیویٹ اداروں کے ہاتھوں لٹنے پر مجبور ہیں۔ عوام سے لیے گئے ٹیکسوں کے عوض ریاست نے عوام کو صحت اور تعلیم کی جو معیاری سہولتیں فراہم کرنی ہوتی ہیں ان سہولتوں کی فراہمی بھی اشرافیہ تک محدود ہے ان حالات میں اشرافیہ نے کم آمدنی والے طبقات کو کچل کر رکھ دیا ہے۔ کنزیومر پرائس انڈکس آبادی کے استعمال کی اشیاء کا جو سیٹ بناتی ہے، اسے سی پی آئی باسکٹ کہا جاتا ہے جس کے مطابق ایک پاکستانی شہری ماہانہ 34.58 فیصد کھانے پر 26.68 فیصد مکان کے کرائے بجلی گیس پانی کے بلوں پر خرچ کرتا ہے 8.6 فیصد کپڑوں جوتوں پر 7 فیصد ہوٹلنگ پر 6 فیصد ٹرانسپورٹ کرایوں پر 3.8 فیصد تعلیم پر اور 2.7 فیصد صحت پر خرچ کرتا ہے۔

ملک میں جاری مہنگائی، بیروزگاری، سیاسی انتشار کے باعث ذہنی مریضوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا، ہر سال 40 فیصد سے 55 فیصد تک اضافہ سامنے آرہا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق اس ذہنی بیماری میں ڈپریشن، اداسی، مایوسی، پریشانی، شدید غصہ، چڑچڑاپن، طبیعت میں تیزی، نیند اڑ جانا، الٹے سیدھے خیالات آنا شامل ہیں۔

اس سارے عمل میں مریض ذہنی طور پر مفلوج ہو جاتا ہے، ریکارڈ کے مطابق لاہور میں اس کی شرح ایک فیصد سے زائد ہے جب کہ ڈپریشن کی بیماری اور دیگر کی شرح 10 سے 15 فیصد ہے۔ دوسری جانب ذہنی تناؤ، دباؤ اور نفسیاتی الجھنوں کے باعث پنجاب کے واحد ادارے پنجاب انسٹیٹیوٹ آف مینٹل ہیلتھ پر دباؤ بہت بڑھ گیا ہے۔

جب کہ ڈاکٹرز، پیرامیڈیکل اسٹاف اور دیگر سہولتیں وہی ہیں جو کہ پہلے تھیں۔ گزشتہ تین سال میں ہر سال پنجاب انسٹیٹیوٹ آف مینٹل ہیلتھ میں ذہنی مریضوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ رپورٹ سے واضح ہوتا ہے کہ عوام بیروزگاری، دن بہ دن بڑھتی ہوئی مہنگائی اور سیاسی عدم استحکام سے شدید پریشان ہیں اور ملک کو درپیش مسائل میں سے یہ انتہائی اہم سنگین مسئلہ ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت اسے دانستہ طور پر نظر انداز کر رہی ہے۔

ایک رپورٹ کے مطابق ملک کے 15 تا 34 سال کے درمیان عمر کے لوگ کے مہنگائی، بیروزگاری اور غربت کو سب سے بڑا مسئلہ سمجھتے ہیں۔ ملک میں بیروزگاری کی سنگین صورتحال کا اندازہ لگانے کے لیے یہ کافی ہے کہ ڈگری یافتہ نوجوان معمولی ملازمتیں کرنے پر مجبور ہیں اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے باوجود بھی ایسے نوجوان درجہ چہارم کی سرکاری ملازمت کے لیے درخواستیں دے رہے ہیں۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ملک کی ترقی کی رفتار میں بیروزگاری ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ مہنگائی کی اس خوفناک اور دہشت ناک صورتحال کو دیکھ کر مستقبل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ ملک اور اس کے عوام کس صورتحال سے دوچار ہو سکتے ہیں۔

اب بھی وقت ہے کہ حکومت کی معاشی ٹیم اپنی پالیسیوں کا از سر نو جائزہ لے، ملکی معیشت کی صورتحال بہت خراب ہو چکی ہے، سارا ملک پریشان ہے، سر جوڑ کر بیٹھیں، کوئی صائب حل نکالیں اور عام آدمی کی مشکلات میں کمی لائیں۔[8]

بیان کردہ تمام رپورٹس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ تمام پہلو صنعتی سرمایہ کاری میں ترقی کی راہ میں رکاوٹ کا باعث بن رہی ہیں اور ان کا باعث معیشت پر اس قدر گہرا اثر پڑا ہے کہ ملک نہ صرف معاشی استحکام میں پیچھے رہ گیا ہے بلکہ بین الاقوامی قرضوں میں مبتلا ہو گیا ہے جن سے چھٹکارا حاصل کرنا بے حد دشوار ہو چکا ہے۔

بیان کردہ عوامل ملک میں سرمایہ کاروں کو سرمایہ کاری کرنے کے معاملے میں خوف زدہ کرتے ہیں اور وہ اپنا مال ملکی صنعتوں میں لگانے کی بجائے بیرونِ ممالک میں منتقل کرتے چلے جا رہے ہیں جس کے باعث ایسے مسائل پیدا ہوتے چلے گئے جنہوں نے ملکی معیشت پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ جیسے بجلی کی فراہمی میں مسائل کا سامنا، بھاری بھرکم ٹیکسز، خام مال کی عدم دستیابی، سیاسی عدم استحکام ان بیان کردہ تمام عناصر کی وجہ سے بالعموم تمام ملکی معاشی و اقتصادی نظام میں کوتاہیاں اور خرابیاں دیکھنے کو ملی اور بالخصوص صنعتی سرمایہ کاری میں واضح کمی اور رکاوٹیں پیدا ہوئیں جن کی وجہ سے غربت افلاس، بے راہ روی، معاشی بحران، جرائم کی شرح میں اضافہ اور طرح طرح کی خرابیاں رونما ہوئیں ہیں۔

نتیجہ:

صنعتی سرمایہ کاری میں کمی کسی ایک عامل کا نتیجہ نہیں بلکہ مختلف معاشی، سیاسی، انتظامی اور بنیادی ڈھانچے سے متعلق مسائل کے باہمی اثرات کا نتیجہ ہے۔ اس مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ سیاسی و معاشی عدم استحکام، حکومتی پالیسیوں میں تسلسل کا فقدان، توانائی کی غیر یقینی فراہمی، بلند پیداواری لاگت، زیادہ شرح سود، ٹیکسوں کا دباؤ اور پیچیدہ انتظامی طریقہ کار سرمایہ کاروں کے اعتماد کو متاثر کرتے ہیں۔ جب سرمایہ کاروں کو مستقبل کی معاشی صورتحال، پالیسیوں اور منافع کے حوالے سے غیر یقینی کا سامنا ہو تو وہ طویل مدتی صنعتی منصوبوں میں سرمایہ لگانے کے بجائے نسبتاً محفوظ اور کم خطرے والی سرگرمیوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اسی طرح کمزور انفراسٹرکچر، بجلی اور گیس کی قیمتوں میں اضافہ، جدید ٹیکنالوجی تک محدود رسائی اور ہنر مند افرادی قوت کی کمی صنعتی اداروں کی پیداواری صلاحیت اور مسابقت کو متاثر کرتی ہے۔ مالیاتی سہولیات تک محدود رسائی، خصوصاً چھوٹے اور

---

[8] ایکسپریس نیوز۔ "مہنگائی کے ملکی معیشت و عوام پر منفی اثرات"۔ 03 جنوری 2024۔

درمیانے درجے کے صنعتی اداروں کے لیے، سرمایہ کاری کے عمل میں ایک اہم رکاوٹ کے طور پر سامنے آتی ہے۔ نتیجتاً نئی صنعتوں کے قیام، موجودہ صنعتوں کی توسیع اور جدید پیداواری ٹیکنالوجی میں سرمایہ کاری کی رفتار کم ہو جاتی ہے۔

مندرجہ بالا عوامل کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ صنعتی سرمایہ کاری میں پائیدار اضافہ کرنے کے لیے ایک جامع اور طویل مدتی حکمت عملی کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے سیاسی اور معاشی استحکام کو یقینی بنانا ضروری ہے تاکہ سرمایہ کاروں کو پالیسیوں کے تسلسل اور مستقبل کی معاشی سمت کے بارے میں اعتماد حاصل ہو۔ حکومت کو صنعتی شعبے کے لیے واضح، مستقل اور سرمایہ کار دوست پالیسی تشکیل دینی چاہیے اور غیر ضروری انتظامی رکاوٹوں، پیچیدہ لائسنسنگ اور غیر مؤثر بیوروکریسی کو کم کرنا چاہیے۔ توانائی کی مسلسل اور مناسب قیمت پر فراہمی، صنعتی انفراسٹرکچر کی بہتری، آسان مالیاتی سہولیات اور ٹیکس نظام میں استحکام بھی صنعتی سرگرمیوں کے فروغ کے لیے ناگزیر ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جدید ٹیکنالوجی، تحقیق و ترقی اور فنی و پیشہ ورانہ تعلیم پر توجہ دے کر صنعتوں کی پیداواری صلاحیت اور عالمی مسابقت میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر حکومت، مالیاتی ادارے اور نجی شعبہ باہمی تعاون سے ان مسائل کو حل کریں تو صنعتی سرمایہ کاری میں اضافہ، روزگار کے نئے مواقع، برآمدات کا فروغ اور قومی آمدنی میں بہتری ممکن ہے۔ لہٰذا صنعتی سرمایہ کاری کو محض سرمایہ فراہم کرنے کا عمل سمجھنے کے بجائے اسے پائیدار معاشی ترقی، روزگار اور قومی خود کفالت کی بنیادی حکمت عملی کے طور پر اختیار کرنا چاہیے۔